اللہ

کا شعور حاصل کیجیے

page is left blank intentionally

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ

کا شعور حاصل کیجئے

حیدر رضا ولد ابو جعفر (مرحوم)

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾
اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کی مغفرت کیجیو۔
(سورۃ ابراہیم۔۴۱)

برائے مہربانی ایک سورۃ فاتحہ پڑھ کر

ابو جعفر ولد علی محمد

کنیز سیدہ بنت علی سجاد

حسن جعفر ولد ابو جعفر

اشرف علی ولد محمد علی

محمد شبیر ولد غلام اکبر

بلقیس بانو بنت علی محمد

ابو مہدی ولد علی محمد

اور تمام مومنین و مومنات کی روح کو بخش دیں

وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿۲۴﴾
اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی ان (کے حال) پر رحمت فرما۔ (بنی اسرائیل ۲۴)

"تاریخ انبیاءؑ"

تحریر و ترتیب : حیدر رضا

ترجمہ : عارف رضا وہانی رضا

مطبع : سندھیکا پرنٹرز

ایڈیشن : اوّل

تعداد : ایک ہزار

سال طبع : جنوری۔۲۰۱۴

ویب سائٹ : https://issuu.com/hyderraza
http://books.aliwalay.com/books.php?catid=5

"حق و باطل کے راستے"

ایڈیشن : اوّل

تعداد : ایک ہزار

سال طبع : ستمبر۔۲۰۱۱

ویب سائٹ : https://issuu.com/hyderraza
http://books.aliwalay.com/books.php?catid=5

"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"

ایڈیشن : اوّل

تعداد : دو ہزار

سال طبع : مارچ۔۲۰۱۰

ویب سائٹ : https://issuu.com/hyderraza
http://books.aliwalay.com/books.php?catid=5

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۸	سوالات	۱
۹	رابطہ	۲
۱۰	اللہ کون ہے؟	۳
۱۳	ہماری اور دوسروں کی عبادتوں میں فرق	۴
۱۵	ہماری ذمہ داریاں	۵
۱۶	علم کی ضرورت	۶
۱۷	ہمارے احساسات	۷
۱۸	عکس اور بت	۸
۱۹	اللہ کے نظر نہ آنے کا ثبوت	۹
۲۱	اللہ کی تلاش	۱۰
۲۳	اللہ کا اقتدار	۱۱
۲۴	اللہ کی نشانیاں (رسول وامام)	۱۲
۳۲	یوم آخر (قیامت)	۱۳
۳۳	مخلوق کی بلندی	۱۴
۳۵	انسان نقصان میں	۱۵
۳۶	عابد اور متقی	۱۶
۳۹	اللہ رحمن ورحیم	۱۷
۴۴	شرک	۱۸
۴۶	ریاکاری	۱۹
۴۷	مذہب اسلام	۲۰
۵۱	خلاصہ	۲۱
۵۲	نتیجہ	۲۲
۵۳	جوابات	۲۳

کیا ہمارے پاس ان سب سوالات کے جوابات ہیں؟

i. ہم کیسے اللہ پر بغیر دیکھے یقین کریں؟

ii. ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ ایک ہے؟

iii. اللہ ہر چیز پر کیسے قابو رکھتا ہے؟

iv. ایک سے زیادہ معبود ہوتے تو کیا ہوتا؟

v. اللہ کو سمجھنے کے لیے کتنا علم درکار ہے؟

vi. ہر چیز اللہ کی عبادت میں کیسے مصروف ہے؟

vii. ہم اللہ کا عکس یا بت کیوں نہیں بنا سکتے؟

viii. اللہ نے صرف ہم سے ہی کیوں جنت کا وعدہ کیا؟

ix. کیا یہ انصاف ہوگا، اگر اللہ نے صرف ہم سے جنت کا وعدہ کیا؟

x. اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟

xi. ہم لوگ اس کی کیوں خاص مخلوق ہیں؟

xii. ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

xiii. قبر میں فرشتے پہلا سوال اللہ کے بارے میں کیوں کرتے ہیں؟

xiv. رسول اور امام کون ہیں؟

xv. اللہ نے اس کائنات کا آخری دن (قیامت) کیوں معین کیا؟

xvi. ہم کیسی عبادت کریں جو اللہ کو پسند آجائے؟

xvii. کوئی شخص رسولوں اور اماموں کی پیروی کے بغیر اللہ کو پا سکتا ہے؟

xviii. کونسا مذہب درست ہے؟

یہ سارے سوالات میرے ذہن میں آئے تھے اور پھر میں نے ان کے جوابات کے لیے قرآن اور آئمہ معصومین کی احادیث کی طرف توجہ دی تو اللہ نے میرے سارے سوالات کے جواب دے دیے، جس کو میں آپ کے ساتھ بانٹ رہا ہوں۔ یقیناً میں کوئی عالم یا معصوم نہیں ہوں اس لیے علم کی کمی کی وجہ سے غلطی ہونے کا کافی امکان ہے، لیکن میں نے یہ کام صرف اللہ کی خاطر کیا ہے جس سے میرا اللہ خوب واقف ہے۔

میرا مقصد یہاں پر بس اتنا ہے کہ ہم کم از کم اپنے خالق (اللہ) کو جانیں، جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور نہ صرف اس لیے اللہ کو مانتے رہیں کہ ہم مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور ماں و باپ کے کہنے کی وجہ سے سب باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ اپنے خالق کے بارے میں تحقیق کرنی چاہیے، جس نے ہمیں سب کچھ دے کر بس اتنا کہا کہ ہم صرف اس کی ہی بندگی کریں۔

میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ عام فہم اور آسان و روزمرہ کی مثالیں دی جائیں تاکہ چھوٹے بچے آسانی سے سمجھ لیں۔ اگر آپ یہ محسوس کریں کہ یہ پوری تحقیق یا اس کا کچھ حصہ آپ کے لیے یا پھر آپ کے بچوں کے لیے مفید ثابت ہو گی تو برائے مہربانی ان کو ضرور پڑھائیں اور اگر یہ بھی محسوس کریں کہ اس میں کوئی غلطی یا کمی رہ گئی ہے تو برائے مہربانی مجھے مطلع کریں، میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر قائم رکھے اور دین کی صحیح معرفت عطا فرما کر عمل کی توفیق فرمائیں، آمین

تحریر: حیدر رضا ولد ابو جعفر (مرحوم)

رابطہ ای میل: hyderraza@yahoo.com

حوالے: قرآن کا اردو ترجمہ یہاں سے لیے گئے ہیں: http://cityislam.com/quran.htm

اللہ کون ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ، شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ‌ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ (سورۃ البقرۃ۔۲۸)

ترجمہ، تم اللہ سے کیوں کر منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰٮهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ‌ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ (سورۃ البقرۃ۔۲۹)

ترجمہ، وہ ہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا توان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

یہاں پر کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں، اگر اللہ جج ہے اور ہر ایک کے ساتھ ہمیشہ انصاف کرتا ہے تو اس نے ہر چیز کو صرف ہمارے لیے کیوں بنایا۔ صرف یہ نہیں بلکہ اس نے ہم سے جنت کا وعدہ بھی کیا۔ (اگر ہم اس کے حکم کو مانتے رہیں)

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍۙ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَؕ ﴿۴۲﴾

ترجمہ، بے شک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے [۴۱] اور کھائیں میوے جو ان کو مرغوب ہوں [۴۲] (سورۃ المرسلات۔۴۲)

لیکن کیوں اللہ نے کسی دوسرے سے یہ وعدہ نہیں کیا۔ مثلاً جانوروں، درخت، اور سورج وغیرہ سے جب کہ اس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ نہ کچھ خصوصیات ہم میں ہیں جو ہم کو ضرور معلوم ہونی چاہئیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے دوسروں سے افضل ہے۔ لیکن اللہ نے تو ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق عقل دی ہے۔ جانور کے پاس بھی عقل ہوتی ہے اسی لیے تو وہ اپنے رہنے کے لیے گھر بناتے ہیں، اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں، ان کی زندگی کی حفاظت کرتے ہیں اور کچھ تو انسان کے حکم کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، مثلاً کتا، بندر، طوطا وغیرہ کیا یہ ان کے عقل کی دلیل نہیں ہے؟ اس کے علاوہ فرشتے اور جن بھی عقل رکھتے ہیں۔

دوسرے، اگر ہم صرف اپنی عقل کی وجہ سے افضل ہیں تو یہ بھی انصاف نہ ہوا، کیونکہ اللہ نے ہمیں یہ عقل دی ہے اور اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اگر اللہ یہ عقل کسی اور کو دیتا تو شاید وہ بھی ہماری طرح خاص مخلوق بن جاتے، تو اللہ نے ہم سے جنت کا وعدہ کیوں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی اور ہی وجہ ہے ہمارے افضل ہونے کی، جو کہ ہم کو معلوم ہونا چاہیے، تو پہلے ہم اس بات کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ :

۱۔ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟
۲۔ اللہ نے ہر چیز ہمیں ہی کیوں دی ہے اور کیا یہ انصاف ہے؟
۳۔ ہم کیوں خاص ہیں؟ اور وہ خصوصیات کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم خاص ہوئے۔

جب یہ سارے سوالات میں نے قرآن سے پوچھے کہ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا تو قرآن کہتا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (سورۃ الذاریات۔۵۶)

ترجمہ، اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں [۵۶]

تو اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ نے ہمیں صرف اور صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اس کی عبادت کریں۔ لیکن جب ہم سورۃ المزمل پڑھتے ہیں تو قرآن کہتا ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ (سورۃالمزمل۔ ۱-۳)

ترجمہ، اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے [۱] رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات [۲] (قیام) آدھی رات (کیا کرو) [۳] یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔

یہ کیا؟ اللہ کو ہماری بہت زیادہ عبادت نہیں چاہیے اور وہ فرما رہا ہے کہ ”تم رات کو ضرور عبادت کرو لیکن تھوڑی، آدھی رات یا پھر اس سے بھی کم“ یا اللہ، آپ فرشتے کو کیوں نہیں کہتے جو اپنی ساری زندگی آپ کی عبادت میں صرف کرتا ہے اور جس کا سر اگر سجدے میں ہے تو وہ اپنے سر کو نہیں اٹھاتا۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ (سورۃالانبیاء۔۱۹)

ترجمہ، اور جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک اور اسی کا مال) ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کتراتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں [۱۹]

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (سورۃالانبیاء۔۲۰)

ترجمہ، رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں) نہ اکتاتے ہی

یا اللہ، آپ ہم سے کیوں عبادت کم کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں جب کہ ہم تو تیری خاص مخلوق ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ نہ کچھ فرق ہے ہماری اور فرشتوں کی عبادت میں۔ جو کہ ہمیں ضرور معلوم ہونا چاہیے اور وہی وجہ ہو سکتی ہے ہمارے خاص ہونے کی۔

۴۔ ہماری عبادت کیوں افضل ہے دوسروں کی عبادت سے؟

۵۔ ہم کیسی عبادت کریں جو اللہ کو پسند ہو؟

یہ سارے سوالات اس لیے بہت ضروری ہیں کہ ہم سے قبر میں پوچھا جائے گا۔ قبر میں پہلا سوال ہی یہ ہوگا کہ **"من ربوکہ"** (تیرا رب کون ہے)۔ یہ فرشتے کیوں ہمارے رب کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے ساری زندگی صرف اللہ کو مانا ہے۔ یہ سوال نہ صرف ہم سے پوچھا جارہا ہے بلکہ رسول اور امام سے بھی یہی سوال ہورہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آدمی کو اس کے علم کے مطابق جواب دینا ہے۔ تو پہلے ہم اپنی اور فرشتوں یا دوسروں کی عبادتوں کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ (سورۃ آل عمران۔ ۱۸۵)

ترجمہ، ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے [۱۸۵]

ہماری اور دوسروں کی عبادتوں میں فرق :

یہاں پر بڑا فرق اللہ پر یقین کا ہے۔ فرشتے اللہ پر اس لیے یقین کرتے ہیں کہ یا تو وہ اللہ کے قریب ہیں یا پھر اللہ کو سنتے ہیں، لیکن انسان نہ تو اللہ کو سنتا ہے اور نہ ہی اس کے قریب رہ کر اس کو جانتا ہے بلکہ اسے دیکھے بغیر اس کی عبادت کررہا ہے۔

دوسرا فرق، انسان تمام اختیار رکھ کر اس کی عبادت کرتا ہے۔ لیکن دوسرے یہ اختیار نہیں رکھتے۔ مثلاً سورج جو اللہ کے حکم سے روز مشرق و مغرب کا سفر کرتا ہے لیکن اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ اپنا راستہ بدل لے۔ اس کے برعکس اللہ نے یہ اختیار انسان کو دیا ہے کہ وہ

چاہے تو اس کی عبادت کرے یا نہیں اور اگر انسان اس کی عبادت کرتا ہے تو یہی اس کی خصوصیات ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ البقرہ۔۳۰)

ترجمہ، اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

مثال کے طور پر اگر آپ کے گھر میں دو بچے ہوں اور ان میں ایک کی عمر دو ماہ اور دوسرے کی عمر سات سال کی ہو۔ اگر آپ کو کسی کام سے گھر سے جانا پڑ جائے اور آپ بچوں کو حکم دیں کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ جب آپ واپس آتے ہیں, اور دیکھتے ہیں کہ دونوں بچے اپنی جگہ پر موجود ہیں، اب کس نے آپ کے حکم کو مانا؟ یقیناً دونوں ہی اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ لیکن ایک کے پاس یہ اختیار تھا کہ وہ اپنی جگہ تبدیل کرلے لیکن وہ صرف آپ کے حکم کی وجہ سے کچھ دیر اپنی جگہ پر رہا اس کے برعکس دوسرا بچہ یہ اختیار نہیں رکھتا تھا کہ اپنی جگہ بدل لے کیوں کہ وہ صرف دو ماہ کا ہے اور صبح سے شام تک اپنی ہی جگہ پر رہتا ہے۔ اب کون انعام کا حقدار ہے اور آپ کس کو انعام دیں گے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ، اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں [۴۴]
(سورۂ یونس۔۴۴)

یقیناً اللہ ہمیشہ انصاف کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی اختیاری عبادت کی جائے، چاہے وہ تھوڑی دیر کی ہی کیوں ہو۔ اللہ کی مخلوق میں صرف انسان اور جنات ہی اس کی اختیاری عبادت کرتے ہیں اسی لیے اللہ نے ان سے انعام (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔

تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ (سورۃالمریم۔۶۳)

ترجمہ، یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔

جیساکہ حضرت علیؑ نے کہا ”میں اللہ کی عبادت نہ جنت کی لالچ میں کرتاہوں اور نہ ہی جہنم کے خوف سے، میں تواس کی عبادت اس لیے کرتاہوں کہ وہ لائق عبادت ہے“ جنت کے لیے عبادت ایک (کاروباری) لالچ کی عبادت ہے اور جہنم سے خوف کی عبادت ایک غلام کی عبادت ہے، دونوں صورت میں اللہ کی عبادت نہ ہوئی۔

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا ۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿٤٤﴾ (سورۃالمرسلات۔۴۳،۴۴)

ترجمہ، اور جو عمل تم کرتے رہے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو [۴۳] ہم نیکو کاروں کوایساہی بدلہ دیا کرتے ہیں [۴۴]

ہماری ذمہ داریاں :

ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں جو ہمیں پوری کرنی چاہئیں ورنہ ہماری ساری عبادتیں شاید قبول نہ ہو۔ اسلام نے ہماری ذمہ داریاں دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ جس میں سے ایک اسلام کے بنیادی اصول ہیں جو کہ بالترتیب پانچ ہیں :

توحید: اللہ پر یقین۔

عدل: اللہ کے عادل ہونے پر یقین۔

نبوت: اللہ کے نبیوں پر ایمان لانا۔

امامت: اللہ کے بنائے ہوئے اماموں پر ایمان لانا۔

قیامت: روز آخرت پر ایمان رکھنا۔

یہ اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ہم اس میں کسی کی مکمل تقلید نہیں کر سکتے، مثلاً کسی مفتی، یا ماں و باپ وغیرہ۔ یقیناً ہم ان لوگوں کی رہنمائی کے بغیر اللہ کو نہیں جان سکتے لیکن اللہ پر یقین کے لیے ہماری اپنی تحقیق ہونا بہت ضروری ہے۔ نبی اور امام ہماری رہنمائی کے لیے آئے تھے اور انھوں نے ہی اللہ کو جاننے کا راستہ دکھایا۔ اسی لیے قبر میں یہ سوال ہو رہا ہے ''من ربو کہ'' (تیرا رب کون ہے) کہ تم اللہ کے بارے میں کیا جانتے ہو یا پھر کسی کے کہنے پر اللہ کو مانتے رہے ہو۔

٦۔ ہم کون سے اللہ کی عبادت کریں؟ اس کی جس کو ہم نے ماں اور باپ سے سنا ہے یا پھر خود سمجھ کر اللہ کو مانا ہے۔

٧۔ ہم اللہ کو دیکھے بغیر کیسے اس پر یقین کریں؟

٨۔ کیا واقعی ایک اللہ ہے یا پھر ایک سے زیادہ؟ اور اگر ایک ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے

٩۔ کائنات کی ہر شہ کو اللہ کیسے قابو کرتا ہے؟

١٠۔ اللہ نے قیامت کیوں رکھی؟

علم کی ضرورت :

یہ سارے سوالات دیکھنے میں بہت مشکل ہیں۔ کیا اس کے لیے پوری زندگی کسی مدرسے میں جانے کی ضرورت ہے؟ ''جی نہیں'' ان سوالات کے لیے صرف بنیادی علم کی ضرورت ہے جتنا کہ ایک پانچ سال سے نو سال تک کے بچے کے پاس علم ہوتا ہے۔ میں یہ کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس لیے کہ اسلام نے نو سال کی بچی پر نماز واجب کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نو سال کی عمر کا علم بہت ہے اللہ کو سمجھنے کے لیے جیسا کہ امام معصوم نے کہا کہ **''اگر اللہ کو جاننا ہے تو پہلے خود کو جانو''** تو پہلے ہم خود کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں پھر اللہ پر بات کریں گے۔

مثال کے طور پر، ہم فرض کرتے ہیں کہ ہمارا جسم ایک چھوٹی سی کائنات ہے۔ اللہ نے ہمیں چھ طاقتیں دی ہیں کسی بھی چیز کو سمجھنے کے لیے، جو کہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، زبان اور عقل

ہیں۔ جس میں سے پانچ چیزیں ہم کو نظر آرہی ہیں، جیسے آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور زبان، لیکن عقل کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔اب ہم ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بات کریں گے کیونکہ اس کے علاوہ ہم کوئی اور چیز استعمال نہیں کر سکتے جو اللہ نے ہمیں دی ہی نہیں ہیں۔

ہمارے احساسات :

آنکھ، ہم چیزوں کو اپنی آنکھ کی مدد سے آسانی سے پہچان لیتے ہیں۔ لیکن اللہ کو ہم اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری آنکھیں اللہ کو پہچاننے کے لیے ہماری مددگار نہیں ہیں۔

کان، ہم کسی کی آواز کو سنتے ہیں اور جان جاتے ہیں کہ یہ کس کی آواز ہے۔ مگر اللہ کو ہم اپنے کان سے نہیں سن سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے کان اللہ کو پہچاننے کے لیے ہمارے مددگار نہیں ہیں۔

ہاتھ، ہم کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے چھو کر بھی پہچان لیتے ہیں مگر اللہ کو ہم اپنے ہاتھ سے چھو نہیں سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے ہاتھ اللہ کو پہچاننے کے لیے ہمارے مددگار نہیں ہیں۔

ناک، ہم بہت سی چیزوں کو اپنی ناک سے سونگھ کر جان لیتے ہیں۔ مثلاً کسی خوشبو کو محسوس کر کے اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ کس چیز کی خوشبو ہے۔ مگر اللہ کو ہم خوشبو کی طرح محسوس نہیں کر سکتے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری ناک اللہ کو پہچاننے کے لیے ہماری مددگار نہیں ہے۔

زبان، ہم بہت سی چیزوں کو اپنی زبان کی وجہ سے بھی جان لیتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز کو کھا کر ذائقے سے اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ مگر اللہ کو ہم اپنی زبان سے بھی اندازہ نہیں کر سکتے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری زبان بھی اللہ کو پہچاننے کے لیے ہماری مددگار نہیں ہوئی۔

عقل، جو کہ اللہ کو سمجھنے کے لیے شاید ہماری مددگار ثابت ہو، اس لیے کہ عقل کو بھی ہم نہیں دیکھ سکتے ہیں لیکن پھر بھی ہم اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ عقل پورے جسم (چھوٹی سی کائنات) پر قابو رکھتی ہے۔

مثال کے طور، ایک فٹبال کا کھلاڑی گیند کو اپنے پاؤں سے قابو کرتا ہے لیکن اصل میں اس کی عقل گیند کو قابو کر رہی ہوتی ہے، اگر اس کی عقل اس کے پاؤں کو قابو نہ کرے تو وہ گیند کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ عقل ہمیشہ ہمارے سر میں ہوتی ہے، تو ہماری عقل کیسے ہمارے پاؤں کو قابو کرتی ہے اور عقل کو کتنا وقت لگتا ہے پاؤں تک جانے میں؟ تو اب یہ ثابت ہو گیا کہ اگر ہم عقل کو دیکھتے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ ہمارے جسم میں نہیں ہے، اور یہ بھی کہ عقل بغیر کسی وقت کے ضائع کیے پاؤں تک جاتی ہے۔ ہر کوئی یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے جسم میں صرف ایک ہی عقل ہے، اگر ایک سے زیادہ عقل ہوتی تو ہمارا جسم بے قابو ہو جاتا، وہ اس لیے کہ ایک عقل جسم کو چلنے کو کہتی تو دوسری شاید رکنے کو کہتی، تو جسم کسی کے حکم کو نہیں مانتا۔

عکس اور بت :

دوسرے، ہمیں یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ عکس، تصویر، اور بُت وغیرہ ہم صرف ان چیزوں کا بنا سکتے ہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں، جیسے درخت، آدمی، جانور اور آسمان وغیرہ، لیکن ہم ان چیزوں کے بُت یا عکس نہیں بنا سکتے جن کو ہم محسوس کرتے ہیں، مثلاً گرمی، سردی، ہوا اور عقل وغیرہ۔ ہر ایک انسان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موسم ٹھنڈا یا گرم ہے، لیکن کوئی بھی شخص ان کا بت نہیں بناتا۔ ہم ان چیزوں کو صرف محسوس کرتے ہیں اور ان کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔

نوٹ: ہم کسی بھی ایسی چیز کا عکس، تصویر، جسم یابُت نہیں بنا سکتے جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے بلکہ صرف محسوس کرتے ہیں۔ کیا کوئی آدمی عقل، ہوا، گرمی، یا سردی کا خاکہ یابُت بنا سکتا ہے؟ "نہیں"، بلکہ ان سب کو ہم محسوس کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ (سورۃالبقرہ۔۱۱۶)

ترجمہ، اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ (نہیں) وہ پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرماں بردار ہیں[۱۱۶]

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ (سورۃالنساء۔۱۷۱)

ترجمہ، اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اور کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور اللہ ہی کارساز کافی ہے[۱۷۱]

اللہ کے نظر نہ آنے کا ثبوت :

ایک بار ہم اپنے جسم (چھوٹی کائنات) اور اس کی حرکات کو سمجھ لیتے ہیں تو ہم اس پوری کائنات کو آسانی سے سمجھ جائیں گے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے جسم میں پانچ نظر

آنے والے اعضاء ہیں جو کہ ہماری عقل سے جڑے ہوئے ہیں یا عقل کو پیغام دیتے ہیں۔ یہ سارے اعضاء بھی اہمیت کے حامل ہیں لیکن عقل جو کہ نظر نہیں آتی پھر بھی پورے جسم پر قابو رکھتی ہے، بالکل اسی طرح اس کائنات میں بھی پانچ ایسے نام ہیں جو ہم کو نظر آئے جن کو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کہتے ہیں اور ایک جو نظر نہیں آتا اس کو اللہ کہتے ہیں جو ہر چیز پر قابو رکھتا ہے۔ یہ پانچ شخصیات اللہ کی نشانی ہیں، لیکن اللہ نہیں۔ (تفصیل صفحہ نمبر ۲۴ پر)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ (الانعام۔ ۱۰۳، ۱۰۴)

ترجمہ، (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے [۱۰۳] (اے محمد! ان سے کہہ دو کہ) تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ (سورۃ الاعراف۔ ۱۴۳)

ترجمہ، اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور) پر پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے پروردگار مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) کر سکوں۔ پروردگار نے کہا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ جب ان کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی) نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سب سے اول ہوں۔

اللہ کی تلاش :

لیکن پھر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیسے اللہ کو محسوس کریں، تو جیسا کہ میں نے اوپر فٹبال کے کھلاڑی کے بارے میں کہا کہ وہ اپنے پاؤں سے کھیلتا ہے، لیکن اس کی حرکت اس کی عقل سے آئی ہے۔ بالکل اسی طرح جب ہم کائنات میں سورج، چاند، زمین، پانی، دن اور رات کی تبدیلی وغیرہ، یا پھر درختوں اور بچوں کی نشوونما کی طرف دیکھتے ہیں، تو یہ ساری چیزیں کسی طاقت کے بغیر کیسے ممکن ہے کہ اپنی جگہ تبدیل کر سکیں یا نشوونما پا سکیں۔ یقیناً کوئی ہے جو ان کو قابو کیے ہوئے ہے، جو ایک بڑی طاقت ہے ورنہ زمین کو حرکت دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۱۶۴)

ترجمہ، بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے مردہ زمین کو پھر زندہ (یعنی خشک ہو ہوئے بیج سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھر رہتے ہیں۔ عقلمندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

اس کو دوسری طرح بھی دیکھتے ہیں کہ اگر ہم ایک لکڑی کے ٹکڑے کو کسی ایسے مقام پر رکھیں کہ اس کو کوئی طاقت حرکت نہ دے، تو ہم دیکھیں گے کہ وہ اپنی جگہ کبھی بھی تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی لمبائی و چوڑائی میں کوئی فرق پڑے گا، تو ہر روز یہ درخت کیسے

بڑے ہو رہے ہیں، زمین کیسے حرکت کر رہی ہے، بچے کیسے نشوو نما پا رہے ہیں۔ **یقیناکوئی ہے جو یہ تبدیلی کر رہا ہے ورنہ کوئی بھی چیز کسی طاقت کے بغیر کبھی بھی اپنی جگہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی زمین کو حرکت دے رہا ہے تو یقیناوہ زمین سے بڑا ہے یا پھر زمین کا خالق اور حاکم ہے۔**

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۳۸﴾ وَ الۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾ (سورۂ یٰسٓ۔ ۳۸، ۴۰، ۳۹)

ترجمہ، اور سورج اپنے مقررہ رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (اللہ تعالیٰ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے [۳۸] اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے [۳۹] نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب اپنے اپنے حساب کے دائرے میں تیر رہے ہیں [۴۰]

میرے پاس بے شمار مثالیں ہیں لیکن یہاں پر صرف چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔ فرض کریں کہ ہم کسی ریگستان میں جا رہے ہوں اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں پر کچھ برتن ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں۔ تو ہماری پہلی سوچ کیا ہو گی؟ یہ سارے برتن زمین سے نکلے ہیں یا کوئی وہاں ہے جو یہ برتن بنا کر ترتیب سے رکھ دیتا ہے۔ یقیناہم کبھی بھی یہ نہیں سوچیں گے کہ یہ سب خود بہ خود مٹی سے بنے ہیں۔ تو جب ہماری عقل اس تھوڑے سے برتن کو بغیر کسی خالق کے تسلیم نہیں کرتی، تو اتنی بڑی کائنات خود بہ خود کیسے بن سکتی ہے، زمین خود بہ خود کیسے حرکت کر سکتی ہے، یا درخت خود بہ خود کیسے نشوو نما پا سکتے ہیں۔ اگر لکڑی میں خود بہ خود نشوو نما ہوتی تو ہمارے لکڑی کے سامان (فرنیچر) کیوں اپنی جسامت تبدیل نہیں کرتے۔ اگر ہم برتن کے خالق کے بارے میں سوچ سکتے ہیں تو **"ہمیں کائنات کے خالق کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے، جو کہ کائنات سے یقینا بڑا ہو گا یا پھر اتنی طاقت رکھتا ہو گا کہ ہر چیز بنا سکے جیسے یہ کائنات اس نے بنائی اور اس کی ہر چیز کو نشوو نما دے کر اس کو ترتیب کے ساتھ رکھا۔"**

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَ
اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَآ
اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ، اور زمین کو بھی ہم نے پھیلایا اور اس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے اور اس میں ہر ایک نباتات نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی [۱۹] اور ہم ہی نے تمہارے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کیے [۲۰] اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں [۲۱] اور ہم ہی ہوائیں چلاتے ہیں (جو پانی کے بادلوں سے) بھری ہوئی ہوتی ہیں اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے [۲۲] اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں۔ اور ہم سب کے وارث (مالک) ہیں [۲۳] (سورۃ الحجر۔ ۱۹ تا ۲۳)

اللہ کا اقتدار :

ہمیں اس پر بھی بات کرنی چاہیے کہ اللہ کیسے کائنات کی ہر چیز کو قابو میں رکھتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، ہماری عقل اور اس کے مقصد کے بارے میں اور فٹبال کے کھلاڑی کی مثال۔ اب میں یہاں ایک اور مثال ناچنے والے کی دیتا ہوں جو کہ اپنے پورے جسم کو ایک ہی وقت میں حرکت دیتا ہے مثلاً اپنا ہاتھ، پاؤں، سر، پیٹ، وغیرہ۔ یہ ساری حرکات بھی اس کی عقل کی طرف سے آتی ہیں اور ایک ایک اعضاء اس کے قابو میں ہوتا ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عقل کو ان سب پر قابو کرنے کے لیے وقت درکار نہیں ہوتا۔ **"اگر ایک عقل ہمارے پورے جسم کے اعضاء پر قابو رکھتی ہے تو ایک اللہ کے لیے کیا مشکل ہے ہر چیز پر قابو پانا۔"**

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ (سورۃ الانبیاء۔ ۲۲)

ترجمہ، بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنا لیا ہے (تو کیا) وہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے

لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۲۲﴾ (سورۃالانبیاء۔۲۲)

ترجمہ، اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں ہمارا رب مالک عرش ان سے پاک ہے [۲۲]

اللہ کی نشانیاں (رسول و امام)

اگر ہم اللہ، اُس کے عدل، اور یوم قیامت کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور یہ تمام علم ہمیں اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے دیا تو ہمیں اللہ کے تمام پیغامات پر عمل کرنا چاہیے جو اُس کے پیغمبروں نے ہمیں دیا ہے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا کہ پانچ چیزیں بہت اہم ہیں ہمارے جسم میں، لیکن جسم کے اور بھی اعضاء ہیں جو مددگار ہوتے ہیں عقل کی صفات کو ظاہر کرنے کے لیے۔ بالکل اسی طرح اس کائنات میں بھی ہر وہ چیز جس کو اللہ نے اپنی صفات کو ظاہر کرنے کے لیے بھیجا وہ سب اہمیت کے حامل ہیں لیکن ان میں بھی پانچ شخصیات کی مثال بالکل ہمارے جسم کی اہم اعضاء جیسی ہے۔ جسے ہم آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور زبان کہتے ہیں۔ یقیناً اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور بارہ امام بھیجے، یہ سب کے سب اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن ان میں پنجتن کی شخصیات بہت اہم ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے چار کتابیں بھیجیں لیکن قرآن ان میں سب سے اہم ہے۔ اصل میں اللہ نے ہر چیز ان ہی لوگوں کے لیے بنائی ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ﴿۴﴾ (سورۃالقلم۔۴)

ترجمہ، اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں [۴]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ (الاحزاب۔۴۵)

ترجمہ، اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (سورۂ محمد۔۳۳)

ترجمہ، مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو

یہ اللہ کی نشانیاں ہیں اور اللہ اگر ان لوگوں کو پیدا نہ کرتا تو ہم کبھی اللہ کو اور اس کی خصوصیات نہ سمجھ سکتے تھے کیونکہ اللہ نے ان لوگوں کو وہ تمام خصوصیات سے آراستہ کیا تھا جو وہ ہم پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ مثلاً اللہ رحمن و رحیم ہے لیکن ہم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ رحمن و رحیم کیا چیز ہے؟ لیکن اگر ہم ان لوگوں کی پوری زندگی کو دیکھیں تو آسانی سے سمجھ میں آجائے گا وہ اس لیے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ رحم کیا، چاہیے کوئی ان کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے اللہ نے کئی مقامات پر ان لوگوں کا ذکر کیا ہے اور ہم سے کہا ہے کہ "ہمیشہ ان لوگوں کے نقش قدم پر رہنا" اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے ان لوگوں کو ہماری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ تو ہمیں کسی بحث کے بغیر ان لوگوں کے پیچھے چلنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص ان پر بحث کرتا ہے تو وہ اصل میں اللہ پر بحث کرتا ہے کیونکہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ ساری نشانیاں اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ اب ان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہوگی اور ان کو نہ ماننا یا ان کو ختم کرنا درحقیقت اللہ کی نشانیاں کو ختم کرنے کے برابر ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ (سورۂ الاحزاب۔۴۰)

ترجمہ، محمدؐ! تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے [۴۰]

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۤئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (سورۂ الاحزاب۔۵۶)

ترجمہ، اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو [۵۶]

وَ یٰقَوۡمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمۡ اٰیَۃً فَذَرُوۡھَا تَاۡکُلۡ فِیۡۤ اَرۡضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوۡھَا بِسُوۡٓءٍ فَیَاۡخُذَکُمۡ عَذَابٌ قَرِیۡبٌ ﴿۶۴﴾ (سورۂ ہود۔۶۴)

ترجمہ،اور یہ بھی کہا کہ اے قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے تو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (جہاں چاہے) چرے اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا [۶۴]

یا پھر کسی نے ان لوگوں کو قتل کیا، تو اس نے حقیقت میں اللہ کی نشانی کو ختم کیا، بالکل اسی طرح جیسے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو مارا گیا۔ اگر کوئی ان کو عام شخصیات یا پھر اپنے جیسا سمجھتا ہے تو میں یہاں پر ان کے لیے ایک مثال دیتا ہوں، جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے جسم میں پانچ بہت اہم اعضاء ہیں (آنکھیں، کان، ہاتھ وغیرہ)۔ اگر کوئی شخص اپنی اصل آنکھوں کی جگہ پتھر کی آنکھیں لگوائے جو کہ دیکھنے میں بالکل اصلی آنکھوں کی طرح ہوں تو کیا یہ شخص ان پتھروں کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے؟ ''نہیں'' جب کہ پتھر کی آنکھیں دیکھنے میں بالکل اصل آنکھوں کی طرح ہوں اور لگی بھی اصل مقام پر ہوں لیکن پھر بھی ان پتھر کی آنکھوں کا عقل سے کوئی براہ راست تعلق نہیں ہوگا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص آخری نبی کے آنے کے بعد نبی ہونے کا دعوے کرے یا ان کے مقام پر آ بیٹھے وہ دیکھنے میں تو شاید ان شخصیات کی طرح ہو لیکن اس کا تعلق براہ راست اللہ سے نہ ہوگا اور اس کی مثال بالکل پتھر کی آنکھ کی طرح ہوگی اور جنھوں نے یہ کام کیا در حقیقت انھوں نے اللہ کی نشانیوں کو بدل ڈالا اور ان کی مثال حضرت صالحؑ کی قوم طرح ہوئی۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾

ترجمہ، اے (پیغمبر کے) اہل بیت، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے [۳۳] (سورۂ الاحزاب۔۳۳)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ، اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے [۶۹] (سورۃالنساء۔۶۹)

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ (سورۃبنی اسرائیل۔۷۱)

ترجمہ، جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے۔ تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو (خوش ہو کر) پڑھیں گے اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔

یہ اللہ کی حکمت ہے اور وہی اس کو خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنی نشانیوں میں سے انبیاء کو انسان ہی کی شکل میں ظاہر کیا۔ لیکن کچھ نشانیوں کو اس نے پوشیدہ رکھا اور انسان کو امتحان میں ڈال دیا کہ وہ ان کی تلاش کرے اور ان کی اطاعت کرے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی اور رسول کی اطاعت کے ساتھ کچھ اور لوگوں کی اطاعت بھی انسان پر فرض کی ہے جو کہ صاحب علم اور صاحب امر ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ (سورۃالنساء۔۵۹)

ترجمہ، مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب الامر ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے ﴿۵۹﴾

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ (سورۃ المائدۃ-۵۵،۵٦)

ترجمہ، تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور) خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے ﴿۵٦﴾

اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول پر مکمل یقین کرتا ہے تو وہ یقیناً مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اللہ کو ایک جاننے اور اس کے تمام انبیاء پر ایمان رکھے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر طرح کے معبودوں کی نفی بھی کرے۔ جیسا کہ کلمہ ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کوئی بھی شخص اس کلمے کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مسلمان ایمان پر بھی ہو۔ مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شرط ہے لیکن ایمان کی شرائط کچھ اور ہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں واضح پیغام مسلمانوں کو دے رہا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (سُورَۃ الحُجُرٰتِ-۱۴)

ترجمہ، عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ صرف کلمہ پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ ایمان حاصل کرنے کے لئے کچھ اور شرائط ہیں جو کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان شرائط کو پورا کرے اور اللہ کی تمام نشانیوں کو اور ان تمام صاحب امر لوگوں کو تلاش کرے اور ان کی اطاعت بھی کرے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کی بھی نشاندہی کی ہے جو کہ رسولوں کے نائب ہو سکتے ہیں قرآن میں کئی مقامات پر انبیاء کی دعائیں ہیں جس میں انبیاء نے اللہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کا نائب مقرر کیا جائے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب

بنانے کے لئے اللہ سے درخواست کی۔اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں یہ منصب اللہ سے مانگا اور یہ دعا کی کہ ان کی اولاد میں امامت ہو۔اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ کن لوگوں کو یہ امامت کا منصب مل سکتا ہے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ،اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو ان میں پورے اترے۔خدا نے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو)۔خدا نے فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا ﴿۱۲۴﴾

(سورۃ البقرہ۔۱۲۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا فیصلہ بہت واضح طور پر فرمادیا ہے۔ایک تو یہ کہ کوئی شخص بغیر اللہ کے مقرر کئے ہوئے کسی نبی یا رسول کا نائب، پیشوا یا امام ہو ہی نہیں سکتا۔اگر نبی چاہے بھی تو خود سے اپنا نائب بغیر اللہ کی رضا کے مقرر نہیں کر سکتا اور جو بھی پیشوا یا امام ہو گا وہ اللہ کا مقرر کردہ ہو گا۔دوسری بڑی شرط اس منصب کے لئے معصوم ہونے کی ہے۔ اللہ نے واضح کر دیا کہ ظالمین میں یہ امام کا منصب نہیں دیا جائے گا۔ظاہر ہے کسی معصوم کا پیشوا یا امام ہونے کے لئے معصوم ہونا اور نسل کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔اُس شخص نے نہ کبھی کسی غیر اللہ کے سامنے سجدہ کیا ہو اور نہ ہی اُس سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا ہو۔کیونکہ اگر اس نے ایک گناہ بھی کیا ہوا ہے تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ظالم ہو گا اور اگر ظالم ہو گیا تو پھر کسی معصوم نبی کا پیشوا یا امام نہیں ہو سکتا۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت کے علاوہ امامت کا بھی کوئی منصب ہے جس کے لئے خود نبیوں نے خواہش کی کہ ان کی اولاد میں یہ منصب دیا جائے۔حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہ دعا کی اور اللہ نے دعا قبول کر کے وعدہ بھی کیا کہ امامت اگر ہو گی تو نسل ابراہیمؑ میں سے ہو گی۔اب اگر کوئی امام یا نائب رسولؐ ہے تو اُس کے لئے ان شرائط پر اُترنا ضروری ہے تب تو وہ نبی کا نائب یا امام ہوا اور اس کی ذمہ داری یا اختیار ایک نبی جیسا ہو گا مگر وہ نبی نہیں ہو گا۔اس

لئے تو جب حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر کچھ عرصے کے لئے گئے تو یہ ذمہ داری حضرت ہارونؑ کے سپرد کر کے گئے۔ اور جب وہ واپس آئے اور انہوں نے اپنی قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھا تو حضرت ہارونؑ سے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ تمہاری ذمہ داری تھی کہ قوم کو گمراہ نہیں ہونے دیتے۔ حضرت ہارونؑ نے کہا کہ اس قوم نے میری ایک نہ سُنی۔

اب ہمارے آخری نبیؐ کے اس دنیا سے جانے کے بعد کوئی اور کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس بات کا دعوہ بھی کرے تو وہ باطل ہوگا۔ تو کیا اب جو قومیں بعد نبیؐ آئیں گی ان کو کوئی ہدایت کی ضرورت نہیں رہی؟ اور اگر ایسا ہے تو اللہ نے ہر زمانے اور قوم کے لئے ہدایت کا بندوبست کیا تو بعد رسول اب کیوں نہیں؟ یقیناً اللہ کا دین مکمل ہونے کے بعد کسی نبی یا رسول کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اللہ نے قرآن کو نازل کر دیا لیکن قرآن کو سمجھنے کے لئے کسی نائب یا امام کی ضرورت ہر زمانے میں رہے گی۔ اور اس کے لئے کسی معصوم کا ہونا ضروری ہے جو امام کی شرائط پر پورا اُترتا ہو اور زندہ بھی ہو تاکہ لوگ اس سے ہدایت لے سکیں۔ اس لئے بعد رسولؐ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی امام رہا۔ خود اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ ہر قوم مرنے کے بعد اپنے امام کے ساتھ اٹھائی جائے گی۔ تو یقیناً بعد رسول جو قومیں اس دنیا میں آرہی ہیں ان کے لئے بھی کوئی نہ کوئی امام ہونا ضروری ہے۔ ویسے بھی اللہ نے اس کائنات کو کچھ خاص نفسوں کے لئے خلق کیا تھا اور اگر اب ان میں سے کوئی اس زمانے میں باقی نہیں رہا تو پھر اس کائنات کا وجود ختم ہو جانا چاہیے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تو پھر یقیناً کوئی تو باقی ہے جس کی وجہ سے یہ کائنات وجود رکھتی ہے۔ کسی ہادی کے ہونے کی دلیل خود قرآن نے یوں کی:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾

ترجمہ، اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں ﴿۴﴾ (سورۃ القدر۔ ۴)

یعنی ہر شب قدر کو فرشتے زمین پر آتے ہیں۔ اب یہ فرشتے کس کے پاس آتے ہیں اور اللہ کا پیغام کس کو دے کر جاتے ہیں؟ اگر کوئی یہ خیال کریں کہ فرشتے تو صرف نبی کے پاس آتے

ہیں۔ اللہ نے کئی مقامات پر فرشتوں کے ذریعے غیر نبی کے پاس اپنا پیغام بھیجا۔ مثلاً بی بی مریمؑ کے پاس حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی خبر آئی جس پر حضرت مریمؑ نے فرشتے سے کہا کہ میرے گھر ولادت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں ہے۔ دوسری مثال حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی ہے۔ ان کے پاس بھی فرشتہ آیا اور اس نے اللہ کا حکم اس بی بی کو دیا کہ حضرت موسیٰؑ کو پانی میں بہا دو۔ کیا یہ ہستیاں کوئی نبی تھیں؟ نہیں بلکہ یہ خواتین ہیں جن کے پاس اللہ کی وحی آ رہی ہے۔

ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب بھی کوئی ہادی اس زمانے میں زندہ ہے جو اللہ کے حکم کو لیتا ہے اور کائنات کے امور کو چلاتا ہے اور اسی لئے یہ کائنات کا وجود باقی ہے۔ خود ہمارے نبیؐ نے آخری زمانے کی پیشن گوئیوں میں سے ایک پیشن گوئی امام مہدیؑ کے ظہور کی بتائی۔ جو کہ قیامت سے پہلے ظہور کریں گے اور اس زمانے کو باطل سے پاک کر کے حق کی حکومت قائم کریں گے۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اتنی لمبی زندگی ایک انسان کی کیسے ہو سکتی ہے یا کوئی انسان زندہ رہ کر نظر نہ آتا ہو تو ایسا شخص نہ تو اللہ کی قدرت پر یقین رکھتا ہے اور نہ ہی نبیؐ کے فرمان پر۔ کیونکہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب اللہ اپنے دشمن ابلیس کو لمبی زندگی دے سکتا ہے تو کسی ہادی کو کیوں نہیں۔ ویسے بھی اللہ کی نشانیوں میں حضرت عیسیٰؑ اور اصحاب کہف اب تک زندہ ہیں اور یہ سب قیامت سے پہلے امام مہدیؑ کے ساتھ اس زمانے میں ظہور کریں گے اور جب یہ نیک ہستیاں بھی اس دنیا سے چلی جائیں گی تو پھر یہ کائنات بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور اللہ اس کائنات کو بھی ختم کر دے گا جس کو ہم قیامت کہتے ہیں: اور یہی وہ اللہ کی باقی نشانیاں ہیں جن کی وجہ سے کائنات وجود میں آئی اور ان کے جانے کے بعد اس کائنات کو فنا ہونا ہے۔

"یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ اللہ انسان کے دشمن شیطان کو تو اس زمانے میں زندہ رکھے اور انسان کی ہدایت کے لئے کسی ہادی کو زندہ نہ رکھے۔"

یوم آخر (قیامت)

اب اگر ہم کائنات کے خالق، اس کی طاقت، اور وہ کیسے ہر چیز پر قابو رکھتا ہے، کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں، تو کائنات کے آخری دن یعنی قیامت کے بارے میں ضرور معلوم ہونا چاہیے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ
تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ (سورۃ لقمٰن۔۳۴)

ترجمہ، اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے، اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی بیشک اللہ ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے [۳۴]

ہم روزمرہ کی زندگی میں ہر چیز کو اس کے خراب ہونے کی تاریخ سے دیکھتے ہیں مثلاً کھانا، دوا، اور عمارت کے ڈھانچے وغیرہ اور ان کی آخری مدت جو کہ اس کے بنانے والے نے بتائی ہوتی ہے۔ اگر ایک ماہر عمارت کسی عمارت یا پل وغیرہ کو بناتا ہے، تو ساتھ ہی اس عمارت کی کل زندگی کے بارے میں بھی بتا دیتا ہے۔ اور ہر ایک اس کی بتائی ہوئی تاریخ کو مانتا ہے کیونکہ کسی بھی چیز کا بنانے والا ہی اس کی زندگی کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ وہ اس لیے بھی کہ وہ جانتا ہے کہ کون سی چیز کب تک استعمال کے قابل ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ نے کائنات کو بنایا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کائنات کب تک کے لیے فائدہ مند ہے۔ ویسے بھی اللہ نے ہر چیز کو انسان کے لیے بنایا ہے اور اگر اس کائنات میں انسان نہ ہوگا تو پھر اس کو رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔

قیامت از خود ایک بڑا ثبوت ہے اللہ کے خالق ہونے کا۔ کیونکہ کوئی بھی اُس وقت تک کسی چیز کی زندگی کے بارے میں نہیں بتا سکتا جب تک اس نے وہ چیز بنائی نہ ہو، تو اللہ ہی خالق ہے اس کائنات کا اور وہی اس کے آخری دن کے بارے میں بتا رہا ہے۔

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرۡسٰٮهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّىۡ ۚ لَا
يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔ ؕ ثَقُلَتۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَا تَاۡتِيۡكُمۡ اِلَّا
بَغۡتَةً ؕ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنۡهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ
اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾ (سورۃ الاعراف۔۱۸۷)

ترجمہ،(یہ لوگ) تم سے قیامت کے بھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمان و زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہاں تم پر آجائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے[۱۸۷]

مخلوق کی بلندی :

کسی بھی مخلوق کی بلندی، اپنے خالق کی صحیح پہچان اور اس کی عبادت میں ہے۔ ظاہر ہے ہمیں اپنا خالق ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا لیکن اس کو پہچاننے کے لیے ہر شے میں اس کی نشانیاں موجود ہیں، بالکل اسی طرح جیسے اگر ایک انسان کوئی کتاب لکھتا ہے تو ظاہراً وہ اپنے ہاتھوں سے مدد لیتا ہے مگر اصل میں یہ کتاب اس کی عقل کی نمائندگی کر رہی ہوتی ہے نہ کہ اس شخص کے ہاتھوں کا کارنامہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی انسان یہ نہیں کہتا کہ یہ کتاب اس شخص کے ہاتھوں نے لکھی ہے بلکہ سب لکھنے والے کی عقل کی تعریف کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ جو عقل کی طرح نظر نہیں آتا وہ بھی ہر کام کسی نہ کسی ذریعے سے انجام دیتا ہے جو کہ صرف ظاہری مددگار ہوتے ہیں لیکن اصل کارنامہ اللہ انجام دیتا ہے۔ مثلاً جب اس کو ہوا پر قابو کرنا ہوتا ہے تو درختوں سے کام لیتا ہے۔ دن اور رات کو سورج اور چاند سے قابو کرتا ہے۔ لیکن ان سب کی مثال بالکل ان ہاتھوں کی ہے جو کتاب لکھتے تو ہیں مگر کسی کے کہنے پر، اب ہمیں ہر کام میں اللہ نظر آنا چاہیے اور اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ باقی تمام شہ اللہ کے کاموں میں مددگار تو ہو سکتے ہیں مگر وہ اللہ نہیں ہو سکتے۔ اللہ وہ ہے جو ہر کام کو انجام دے رہا ہے وہ ہر شہ کا خالق بھی ہے اور ضرورت کے مطابق ہر شے سے کام بھی لے رہا ہے۔ تمام شہ اس کی محتاج ہے لیکن وہ کسی بھی شہ کا محتاج نہیں ہے۔

یہ انسان بھی کیا چیز ہے اگر بندگی پر آئے تو فرشتوں سے افضل اور اگر خدا کی نافرمانی پر آجائے تو جانور سے بدتر۔ انسان کی بلندی صرف اس کی بندگی میں ہے۔ اللہ نے اس کو بہترین خصوصیات سے نوازہ ہے۔ لیکن ان خصوصیات کی بلندی اس وقت ہوتی ہے جب وہ تمام خصوصیات کو اپنے سے بلند کے سامنے یا اس کیلئے استعمال کرے۔ بلکہ ہر شے کی بلندی اس کے اعلیٰ کیلئے فنا میں ہے۔ مثلاً جانوروں میں صرف وہ جانور بہتر سمجھے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح کسی کے کام آئیں۔ حرام جانور سے بہتر حلال جانور ہوتے ہیں۔ جو اپنے سے افضل انسان کی غذا بنتے ہیں۔ درختوں میں وہ درخت بہتر سمجھے جاتے ہیں جو اپنے سے بلند پر قربان ہو جاتے ہیں۔ یا جن کو انسان یا جانور کی غذا بنایا جاسکے۔ مثلاً ہرے بھرے درخت سوکھے یا کانٹے دار درختوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ زمین جو اپنے سینے کو چیر کر اناج اُگانے کے قابل ہوتی ہے اپنے سے بلند شے کے لئے، اس کو بہتر سمجھا جاتا ہے، بانسبت اس زمین کے جو بنجر ہوتی ہے اور اس میں کوئی کاشت نہیں ہوتی یا درخت نہیں لگایا جاسکتا۔ بس ثابت ہوا کہ ہر شے کی بلندی اس وقت ہوتی ہے جب وہ شے اپنے کو اپنے سے بلند پر قربان کردے۔ جیسے درخت افضل ہے زمین سے اور جو زمین اپنے آپ کو قربان کر دیتی ہے درختوں کیلئے وہ عزت پاتی ہے۔ اسی طرح جانور زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اُن درختوں سے جو درخت اپنے کو پیش کرتے ہیں جانوروں کی غذا کے لئے وہ زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان بلند ہے جانوروں سے اور وہ جانور جو اپنے کو پیش کرتے ہیں انسان کی غذا کیلئے وہ زیادہ بہتر ہوتے ہیں ان جانوروں سے جو کسی کے کام نہیں آتے۔ اب انسان کو اللہ نے تمام مخلوق سے افضل کر دیا تو حضرت انسان اب کسی بھی شے کے لئے اپنی قربانی پیش کرے تو گھاٹے میں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کھا کر فرمایا کہ :

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿٢﴾ (سورۃ العصر۔ ۱،۲)

ترجمہ، عصر کی قسم [۱] انسان نقصان میں ہے۔

لیکن سورۃ التین میں اللہ تعالیٰ بار بار قسم کھا کر یہ بھی فرما رہا ہے۔

وَالتِّيۡنِ وَ الزَّيۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ هٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۙ﴿۳﴾
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۫﴿۴﴾ (سورۃ بنی اسرائیل۔ ا تا ۴)

ترجمہ، انجیر کی قسم اور زیتون کی [۱] اور طور سینین کی [۲] اور اس امن والے شہر کی [۳] کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا۔

انسان نقصان میں :

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوائے خود اللہ کے تمام شے اللہ کی مخلوق ہے۔ اب انسان اگر اپنے کو کسی بھی شے کیلئے قربان کر دے تو گھاٹے میں ہے۔ مثلاً اگر کوئی انسان اپنی صلاحیت کو کسی ایسی شے کے لئے صرف کرے جو خود اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ تو اس انسان نے فائدے کا سودا نہیں کیا۔ اللہ کی مخلوق میں زمین، دولت، جنت، اور خود انسان بھی اس کی مخلوق میں آتے ہیں۔ اگر انسان اپنی عبادت یا بندگی کو کسی انسان کیلئے یا جنت کی خاطر یا دولت و زمین کی خاطر بجالاتا ہے تو یقیناً گھاٹے میں ہے۔

پہلے بیان کیے ہوئے قانون کے مطابق ہر شے کو اپنے سے بلند کیلئے قربان ہونا ہے پھر وہ بلندی پاتا ہے۔ اب انسان کو چاہئے کہ صرف اور صرف اللہ کی خاطر اپنے کام انجام دے اور اگر قربانی بھی دینی پڑے تو صرف اللہ کی خاطر دے۔ تب تو حضرات انسان دوسری مخلوق سے افضل ہوتے ہیں ورنہ دوسری صورت میں صرف گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اللہ بھی وہ اللہ جو تمام نعمتیں انسان کو دے کر صرف اپنی بندگی چاہتا ہے۔ بندگی کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دیا جائے اور کسی عابد کی طرح صرف عبادت میں مشغول رہے۔ یہاں پر پہلے ہم عبادت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عبادت کا مطلب صرف نماز، روزہ، حج وغیرہ نہیں ہے بلکہ وہ تمام امور جو کہ مرضیِ خدا کے مطابق انجام دیئے جائیں۔ چاہے وہ اولاد کی پرورش ہو، یا محنت مزدوری، یا پھر ایسا سفر جو کہ حصولِ رزق حلال کیلئے کیا جائے۔ کوئی بھی علم حاصل کرنا جو کہ انسان کے فائدے کے لئے ہو۔ لوگوں سے میل جول رکھنا اور ان کے کام آنا۔ گویا کہ ہر وہ کام جو انسان اپنے یا اپنے جیسے انسان کے فائدے کیلئے انجام دے۔ سب کے سب عبادت ہیں۔ لیکن یہ سب کام اس وقت عبادت بنتے ہیں جب انسان ان کو عبادت سمجھ کر کرے۔ اور جب انسان کسی کام کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو وہ انسان ان عبادتوں کو کبھی بھی رد نہیں کر سکتا جو کہ اللہ نے اس پر فرض کی ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متقی اور تقویٰ کی تعریف جگہ جگہ بیان کی ہے خود قرآن بھی متقین کیلئے ایک مکمل ہدایت ہے جیسا کہ قرآن کے شروع میں آیا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۲)

ترجمہ، یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (اللہ کا کلام ہے اور اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے رہنمائی ہے۔

عابد اور متقی :

ایک عابد سے زیادہ ایک متقی افضل ہے کیونکہ عابد صرف عبادت کرتا ہے جبکہ متقی ہر وہ کام کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اس کے ہر حکم کو اس کی رضا کیلئے تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً اگر اللہ حکم دے کے عشاء کی نماز چار رکعت ادا کرو تو چار رکعت ادا کرنی ہے مگر وہی اللہ حکم دے کہ سفر میں عشاء دو رکعت ادا کرو تو پھر بغیر کسی بھی چوں چراں کے دو رکعت ادا کرنی ہے۔ اگر اللہ حکم دے کہ اپنی عورت کو پردے میں رکھو تو پردے میں رکھے اور اگر وہی اللہ حکم دے کہ حج میں اپنی عورت کو لاکھوں مردوں کے درمیان چھوڑ دو تو بغیر کسی چوں چراں کے اس کا حکم بجالائے۔ بس ہر وہ کام جو اللہ کے حکم کے مطابق انجام دیا جائے۔ تب تو حضرت انسان نے اپنے سے بلند کی پیروی کی اور عزت پائی ورنہ گھاٹے میں ہے۔ اگر ہم

صرف نماز کو ہی لے لیں تو اس کے ذریعے انسان اپنے رب کو راضی رکھ سکتا ہے۔ ویسے تو اللہ کی کئی صفات ہیں جو کہ اس کے ناموں سے مشہور ہیں مثلاً خالق، باری، رازق، رحمن، رحیم، حیّ، قیوم وغیرہ۔ مگر اللہ نے ایک صفت کو انسان کیلئے فرض کیا کہ اس کو اس صفت کے ساتھ دن میں کم از کم (۷۸) دفعہ یاد کرو اور وہ صفت ہے ''رب'' جس کے معنی ہیں پرورش کرنے والا۔

رب کے معنی کو مزید تفصیل سے بیان کرنے سے پہلے میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ۷۸ دفعہ میں نے کیوں بیان کیا۔ اگر ہم صرف نماز جیسی عبادت کو لے لیں جو کہ دن میں پانچ دفعہ ہر مسلمان پر واجب ہے جو کہ دن میں ۱۷ رکعت بنتی ہیں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں۔ ہر رکوع میں ہم پڑھتے ہیں

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ۝

ترجمہ، تسبیح کرتا ہوں میں، اپنے پروردگار کی اس کی حمد کے ساتھ، جو سب سے بزرگ ہے

اسی طرح ہر سجدے میں ہم یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ ۝

ترجمہ، تسبیح کرتا ہوں میں، اپنے پروردگار کی اس کی حمد کے ساتھ، جو سب سے بلند ہے

اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان ہم یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ۝

ترجمہ، بخشش چاہتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں اللہ سے جو میرا پروردگار ہے۔

اس کے علاوہ پہلی اور دوسری رکعت میں الحمد کی سورۃ کی تلاوت واجب ہے اس میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ (سورۃ الفاتحہ۔۱)

ترجمہ، سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

اگر ہم ان سب کلمات کا حساب کریں تو دن میں ۷۸ دفعہ ہر مسلمان کو رب کہہ کر اپنے خالق کو پکارنا ہے۔ یہاں پر حضرت علیؑ کی بتائی ہوئی دعائِ کمیل کا وہ جملہ یاد آتا ہے کہ

"اے اللہ! تو ان چہروں پر آگ کو کیسے مسلط کرے گا جو کہ تیرے سامنے سجدہ کر چکے ہیں"۔

ظاہر ہے اگر ایک مسلمان دن میں کئی بار سجدے میں جا کر یہ کہتا ہے کہ اے میرے اعلیٰ پالنے والے یا پھر رکوع میں جا کر یہ کہتا ہے کہ اے میرے عظیم پالنے والے تو کیا اللہ ان چہروں کو آگ سے جلائے گا۔ نہیں ہر گز نہیں۔ اگر ایک انسان صرف یہ عمل اپنے ماں باپ کے ساتھ انجام دے تو وہ ظاہری پرورش کرنے والے ماں و باپ بھی اپنی اولاد کو اس عمل کی وجہ سے اس کی تمام غلطیوں کو بھول جائیں گے تو کیا وہ عظیم پالنے والا جو ماں باپ سے بھی زیادہ محبت اپنے بندوں سے کرتا ہے وہ اپنے اس بندے کو جہنم کی آگ میں کیسے جلا سکتا ہے۔ وہ تو رحیم و کریم ہے۔ انسان کی ہر نافرمانی کو در گزر کرتا ہے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ توبہ اور مغفرت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ وہی اصل بادشاہ ہے۔ اسی لئے حضرت زین العابدینؑ نے اپنی دعا میں اس طرح اس کی تعریف کی ہے کہ:

"اے اللہ اس (رات) کے وقت تمام دنیاوی بادشاہوں نے میری حاجت کیلئے اپنے دروازوں کو بند کر دیا ہے لیکن تو کیسا بادشاہ ہے جو میری فریاد کو سننے کیلئے اس وقت بھی تیار ہے اور اپنے دروازے میرے لیے کھلے رکھے ہیں۔"

اسی طرح حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

"وہ ایسا بادشاہ ہے کہ تمام تر خزانے رکھتے ہوئے بھی اس کی کنجی بندے کے ہاتھ میں دے رکھی ہے کہ بندہ جب چاہے دعا کر کے اس کے خزانے سے جو چاہے لے لے۔"

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾ (سورۃ البقرہ۔۱۰۷)

ترجمہ، تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

اللہ رحمن ورحیم:

وہ اپنے بندے پر اتنا مہربان ہے کہ اس کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کی غذا کا انتظام کرتا ہے ابھی تو اس بندے نے اس کو سجدہ بھی نہیں کیا اور نہ ہی اس کو اپنے رب کی شناخت ہوئی ہے۔ کیا ایسا رب اپنے بندے پر اتنا سخت ہو سکتا ہے۔ نہیں ہر گز نہیں۔

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ ﴿۲﴾ (سورۃ الفاتحہ۔۳)

ترجمہ، بڑا مہربان نہایت رحم والا [۳]

کیا کبھی حضرت انسان نے یہ سوچا کہ واقعی اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت ہے یا ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی عبادت صرف اور صرف اس کی نعمتوں کے شکر میں ادا کریں، نہ کہ جنت کے حصول کے لیے، جنت تو اس کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے جو کہ خود اسی کی مخلوق میں سے ہے اور انسان اس کی ہر مخلوق سے افضل ہے۔ اگر انسان جنت کی لالچ میں عبادت بجالاتا ہے تو پھر وہ گھاٹے میں ہے۔ اسی طرح نہ تو اس کی کسی مخلوق کے خوف سے عبادت بجالائے مثلاً جہنم کے خوف سے۔ جہنم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور انسان اس سے بھی افضل ہے، اسے صرف خوف یا محبت ہو تو اللہ سے جو کہ ایک عقل مند انسان رکھتا ہے۔

"عجیب بات یہ ہے کہ جب انسان کسی سے خوف رکھتا ہے تو اس سے دور ہو جاتا ہے مگر جب اللہ سے خوف رکھتا ہے تو اس کے قریب ہو جاتا ہے۔"

ہاں انسان کو اس بات کا خوف ضرور ہونا چاہئے کہ اس کو ایک نہ ایک دن اس بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے حاضری دینی ہے وہ بھی ایسا بادشاہ جس کو ہمارے ہر عمل کا علم ہے۔ اسی لئے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ **"تنہائی میں گناہ کرنے سے ڈرو کیونکہ اس کا دیکھنے والا وہی ہے جو اس کی سزا دینے والا ہے اور وہی اس گناہ کا گواہ بھی۔"**

بالکل اسی طرح کہ اگر اس دنیا میں کوئی آدمی جرم کرتا ہے اور اس کا گواہ وہی جج ہو جو سزا دینے کا حق رکھتا ہو تو کیا اس جج کو کسی وکیل یا گواہ کی ضرورت ہو گی۔ نہیں کیونکہ اس نے خود مجرم کو جرم کرتے دیکھا ہے۔ پس اس دنیاوی جج میں اور اللہ میں ایک بڑا فرق ہے۔ یہ دنیاوی جج، مجرم کی معافی پر بھی معاف نہیں کر سکتا لیکن اللہ ایسا جج ہے کہ مجرم کو موقع دیتا ہے کہ تنہائی میں آکر معافی طلب کرتا کہ میں تمہارے اس گناہ کو دوسروں کے سامنے بھی نہ آنے دوں۔ اور تمہیں معاف کر دوں۔ بس اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اس معافی میں بھی ثواب و انعام کا حق دار بنا دیتا ہے۔

اے اللہ! تیری کیا شان ہے۔ ہماری عقل اس کی حد تک رسائی سے باہر ہے۔ بے شک تو رحمن ور حیم ہے تب ہی تو ہماری تمام تر نافرمانیوں کے باوجود اپنی نعمتوں کے دروازے نہیں بند کرتا۔ جو انسان تجھے نہیں مانتے ان کو بھی رزق دے کر اپنے رب ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ یہ نافرمان انسان کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے یا اپنی حاجت رکھتا ہے تو اسکی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اپنے بندے سے محبت رکھتے ہوئے اس کی حاجت کو رفع کرتا ہے۔ اور اپنی نعمتوں میں اضافے کرتا رہتا ہے۔ جبکہ یہ انسان ان نعمتوں کی وجہ سے اپنی نافرمانی میں اضافے پر اضافہ کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ اس انسان کی تیرے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اے اللہ! یہ تیرا حق ہے کہ تو اپنے نافرمانوں کو سزا دے لیکن تیری مہربانیون کے سامنے تیری سزا کوئی معنی نہیں رکھتی تو عظیم و کریم ہے۔ اور جب میں تیری مہربانیوں کی طرف توجہ دیتا ہوں تو اس بات سے کوئی بعید نہیں کہ تو اپنے نافرمانوں کو بھی بخش دے لیکن تیرا وعدہ حق ہے اور تو عادل ہے اگر تو نے ایسے کیا تو تیرے فرمابردار بندوں میں اور نافرمان

بندوں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے میں تیری سزا سے بھی خوف رکھتا ہوں اور تجھ ہی سے ہر وقت معافی کا طلب گار ہوں۔

اے اللہ! میں اس بات پر بھی یقین نہیں رکھتا کہ تو میری لاعلمی یا کوتاہیِ عمل کی وجہ سے بھی سزا دے گا جبکہ تجھے خوب علم ہے کہ میرا دشمن مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اے اللہ! میں تیری سزا سے زیادہ تیری رحمت پر امید رکھتا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس دنیا میں مجھ جیسے بندوں پر اتنا مہربان ہے تو جب میں صرف اور صرف تیرے رحم و کرم پر ہونگا تو کیا تو مجھے بُھلا دے گا۔ نہیں ہر گز نہیں۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ (سورۃ المریم۔ ٦٤)

ترجمہ، اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اُتر نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔ (سورۃ المریم۔ ٦٤)

اے اللہ! یہ بُھلانے کی صفت تو بندوں کی ہے جو تجھ جیسے رب کو بھلا دیتے ہیں۔ تو تو کبھی اپنے بندے کو نہیں بھلاتا۔ تو نے تو اس وقت بھی مجھے نہیں بھلایا جب میں اس دنیا میں نہیں تھا اور میری پیدائش سے پہلے میری غذا کا انتظام کیا اور ماں باپ کی صورت میں میری حفاظت کا انتظام کیا اور کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ بس اتنا ہی نہیں بلکہ تو نے مجھے ایسے گھر میں پیدا کیا جہاں مجھ سے پہلے بھی تیری عبادت ہوتی تھی جس کی وجہ سے میں گمراہ نہیں ہوا۔ اگر تو مجھے کسی ایسے گھر میں پیدا کر دیتا جو تیرے منکر یا نافرمانوں کا گھر ہوتا تو شاید میں بھی ان میں سے ایک ہوتا یا پھر تیری تلاش میرے لئے بہت مشکل ہوتی۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿١٤﴾ (سورۃ لقمٰن۔ ١٤)

ترجمہ، اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس

کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہے اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے [۱۴]

اے اللہ! میں تیری کن کن نعمتوں پر شکر ادا کروں۔ تیری مہربانی اتنی ہے کہ میں اگر چاہوں بھی تو تیری ظاہری نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ پوشیدہ نعمتیں جس کا مجھے علم تک نہیں ہے۔ مثلاً وہ نعمتیں جو تو نے میرے جسم میں رکھ رکھی ہیں یا پھر جو نعمتیں تو نے مجھے ہوا کے ذریعے دیں یا سورج کی روشنی یا پانی کے ذریعے اور نہ جانے کہاں کہاں سے تو مجھے نعمتیں فراہم کر رہا ہے۔ جن کا شمار تو میرے بس میں نہیں ہے اور نا ہی مجھے ان کا مکمل علم ہے۔ میں حیران ہوں کہ کیا یہ تیرا رحم و کرم میرے ساتھ اس دنیا میں کم تھا؟ کہ تو نے میرے فنا کے بعد بھی میری بقا کے لئے نعمتوں کا انتظام کر رکھا ہے اور مجھ سے وعدہ کیا کہ اگر میں تیری بندگی اس دنیا میں کروں گا تو تو مجھے مزید انعام جنت کی شکل میں عطا کرے گا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ (سورۂ مریم۔ ۶۰تا۶۳)

ترجمہ، ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کیے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا [۶۰] (یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے (اور جو ان کی آنکھوں سے) پوشیدہ (ہے)۔ بے شک اس کا وعدہ (نیکوکاروں کے سامنے) آنے والا ہے [۶۱] وہ اس میں سلام کے سوا کوئی بیہودہ کلام نہ سنیں گے، اور ان کے لیے صبح و شام کا کھانا تیار ہوگا [۶۲] یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیز گار ہوگا۔

میرے لئے تیری مہربانیوں کی کوئی حد نظر نہیں آ رہی ہے لیکن میں کیسا نافرمان بندہ ہوں کہ سب کچھ تجھ سے لینے کے بعد تیری ہی نافرمانی کرتا ہوں یا تیرا منکر ہو جاتا ہوں۔ میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ عدم سے وجود میں لاتے ہی تو نے مجھے دوسری مخلوق پر اشرف

کر دیا۔ اور اپنی خاص مخلوق یعنی فرشتوں کو میرے سامنے سجدہ ریز کر دیا۔ جب کہ یہ فرشتے مجھ سے زیادہ تیری عبادت کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ تیرے فرمانبردار ہیں۔ یقیناً تو ہی عالم الغیب ہے اور ہر بات کا علم رکھتا ہے تیرے فیصلے کے سامنے میرے علم کی کوئی اہمیت نہیں اور میری بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ میں تیرے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں اور اپنے علم کے مطابق جو تو نے ہی مجھے دیا ہے رویہ عمل میں لاؤں۔ تب تو میں بندگی کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ ورنہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ تیری مخلوق نے تیرے علم کے سامنے سر اٹھایا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے راندے درگاہ ہو گئی۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۴﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۳۴)

ترجمہ، اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا [۳۴]

اے اللہ! میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے ہر طرح کے شر سے محفوظ فرما۔ اور مجھے بس وہ کچھ عطا فرما جس کی وجہ سے میں صرف تیری رضا حاصل کر سکوں۔ مجھے وہ چیزیں نہ دینا جس سے میں تجھے بھلا دوں یا تیرے علم کے سامنے سر کو خم نہ کروں۔

اے اللہ! میں تیری ہدایت کے بغیر سیدھے راستے پر قائم نہیں رہ سکتا۔

اے اللہ! میرا علم صرف اور صرف تیری معرفت کیلئے ہو اور اس سے تیری مخلوق کو فائدہ پہنچے۔

اے اللہ! میرے رات اور دن تیری عبادت میں صرف ہوں اور میری جان تیری راہ میں جائے۔

اے اللہ! مجھے ہمیشہ رزق حلال حاصل ہو اور اتنا ہو کہ میں تیرے سوائے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوں۔

اے اللہ! مجھے وہ صحت و طاقت دے جس سے میں تیری عبادت خوب سے خوب تر کر سکوں، نہ کہ اس طاقت سے کسی پر ظلم کروں۔

اے اللہ! میرے مرنے کے بعد میرے چہرے کو منور فرما اور میری قبر کو بھی منور فرما۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٤﴾ (سورۃ الاعراف: ۳۴)

ترجمہ، اور ہر ایک قوم کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آجاتا ہے تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی [۳۴]

اے اللہ! میرا ہر کام تیری رضا کے لئے ہو اور جب بھی میں کوئی کام کروں تو تیرا نام لب پر اور تیرا خیال میرے ذہن میں رہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ (سورۃ التغابن۔۱۶)

ترجمہ، سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور (اس کے احکام کو) اور (اس کے) فرمانبردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں [۱۶]

شرک :

یہاں پر میں اس بات کو بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک انسان اپنے روزمرہ کے کاموں میں بھی ہر وقت اللہ کو ذہن میں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ یقیناً کسی انسان کیلئے یہ ایک مشکل عمل ہوگا کہ اس کے حرکات و سکنات کسی دوسرے کام میں مشغول ہوں اور اس کا ذہن اللہ کی طرف ہو۔ لیکن جب ہم نماز کی حالت کو دیکھتے ہیں تو اس وقت ہمیں یہ کام بہت آسان نظر آتا ہے۔ ایک نمازی کیلئے اس کے ذہن کو اسی جگہ پر قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ پس

یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر جسم کی حرکات کچھ بھی ہوں لیکن ذہن کسی اور طرف رکھا جاسکتا ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک نمازی زبان سے کلمات بھی ادا کررہا ہوتا ہے۔ جسم کو بھی حرکت دے رہا ہوتا ہے مگر ذہن اس کا کسی اور جانب جارہا ہوتا ہے۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی انسان جسمانی طور پر کچھ بھی عمل بجالائے لیکن ذہن اس کا آزاد ہوتا ہے۔ تو جب ہم نماز میں اپنے ذہن کو جسم کی حرکات سے الگ رکھ سکتے ہیں تو کیا دنیاوی کاموں میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان جسم سے کوئی بھی کام کرلے لیکن اس کا ذہن اللہ کی طرف ہو۔اور جب انسان ہر وقت اس بات کا خیال رکھے گا تو کبھی بھی اُس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ہر وقت اپنے رب کی خوشنودی کیلئے اپنے کاموں کو انجام دے گا۔ تقویٰ اسی کو کہتے ہیں کہ انسان اپنے کاموں میں ہر وقت اللہ کی خوشنودی کا خیال رکھے اور جو بھی کام کرے تو صرف اور صرف اللہ کیلئے کرے اور خود کو تمام طرح کے شرک سے پاک رکھے۔

شرک کی کئی قسمیں ہیں اور یہ دیمک کی طرح ساری عبادت اور نیکی کو کھا جاتی ہے۔ اللہ کی نظر میں تمام عبادتوں کا اجر ہے لیکن شرک کے ساتھ عبادت کا کوئی اجر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کو بھی اپنی عبادت میں شامل کرلے تو وہ عبادت خاص اللہ کیلئے نہیں ہوئی۔ اللہ لاشریک ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ (سورۃ الاخلاص۔ ۱۔۴)

ترجمہ، کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے [۱] (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے [۲] نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا [۳] اور کوئی اس کا ہم سر نہیں [۴]

"اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کا ہر گناہ معاف کردے گا لیکن شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی معبود سمجھتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کو ایک تسلیم نہیں کرتے۔ اللہ کو یکتا جان کر اس کی عبادت ہی صحیح عبادت ہے۔ بہت سے لوگ منہ سے تو اللہ کو ایک کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنے دل میں کئی معبود رکھتے ہیں۔ اور اُن کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ معبود کسی بھی شکل میں انسان کے دل میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ مثلاً کسی بھی شئے

کی محبت اللہ سے زیادہ ہو یا کسی انسان کا عمل کسی شئے کی وجہ سے اللہ کی عبادت یا حکم کی فرمانبرداری میں خلا پیدا کرلے۔ جیسے اولاد کی محبت، یا دولت کی محبت، نوکری کی محبت، زمین کی محبت، وغیرہ وغیرہ۔اگر کوئی انسان دولت حاصل کرنے کیلئے اللہ کی عبادت یا اس کے کسی حکم کو نہیں مانتا تو اس کے دل میں اللہ کی محبت کم اور دولت کی محبت زیادہ ہے۔اسی طرح اگر کوئی انسان اولاد کی خاطر کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ نے منع کیا ہے تو اس نے اللہ کی محبت دل سے ختم کردی۔یہ سب شرک کی قسمیں ہیں۔

ریاکاری :

ایک اور اہم مسئلہ جو کہ ریاکاری ہے یہ تمام برائیوں میں سب سے بڑی برائی ہے۔ریاکاری اس کو کہتے ہیں کہ جو بھی نیکی کی جائیں اس میں نیکی کرنے والے کی نیت کسی کو دکھانے کی ہو۔یا کسی شئے کی وجہ سے ہو۔ مثلاً! اگر کوئی نمازی جماعت میں اس لئے جاتا ہے کہ مسجد میں لوگ دیکھیں یا پھر اس کو نیک اور نمازی آدمی سمجھیں تو اس نے اپنی نماز کو ضائع کردیا۔ اللہ کے نزدیک اس عمل کا کوئی بھی اجر نہیں۔ ہم اس معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص نیکی کرتا ہے تو اس میں لوگوں کی خوشنودی کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔ مثلاً ہمارے معاشرے کی شادی جو کہ اب رفتہ رفتہ اللہ کی نافرمانی کا اہم مرکز ہوگئی ہے۔بے پردہ عورتیں مردوں کے ساتھ ایک ہی میز پر بیٹھتی ہیں۔بس یہی نہیں اب تو ہم دینی محافل میں بھی عورتوں کے پردے کا خیال نہیں رکھتے۔اس طرح کی نافرمانیاں ہم بغیر کسی خوف خدا کے باآسانی کرتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اگر ہم اس معاشرے سے الگ ہو کر کوئی کام کریں جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو تو ہم ڈرتے ہیں کہ اس معاشرے سے الگ ہو جائیں گے۔اب اللہ کی نافرمانی ہمارے لئے آسان ہوگئی ہے لیکن معاشرے سے مخالفت مشکل ہوگئی ہے۔

ریاکاری ایسی برائی ہے جو ہماری صحیح عبادتوں کو بھی صرف دیکھاوے کی وجہ سے ناکارہ کردیتی ہے۔ریاکاری کے زمرے میں ہر وہ کام آتا ہے جو خاص اللہ کے لئے نہ ہو۔اگر

ہم قرآن کی تلاوت کریں لیکن کسی کو دیکھ کر زیادہ اچھی آواز میں تلاوت شروع کر دیں تو اس تلاوت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یا پھر ہم کسی کو دیکھانے کے لئے اپنا صدقہ یا زکوۃ غریب لوگوں کو دیں تو اس کا کوئی ثواب نہیں ہوگا اس کے برعکس اگر ہم اپنے عمل کو لوگوں کو صرف اس لئے دیکھاتے ہیں کہ اس سے اس شخص کو بھی احساس ہو یا یہ بھی نیکی کی طرف آجائے تو اس کا ثواب زیادہ ہوگا کسی کو نیکی کی طرف مائل کرنے کے لئے کوئی عمل کیّا جائے تو ایک بہتر عمل ہے۔ نیکی کا ثواب اور اس کی قبولیت ایک انسان کی نیت پر مُنحصر ہے اور اللہ ہماری نیتوں سے خوب واقف ہے وہ ہماری نیکیوں کو ہماری نیت کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طرح اپنی معرفت عطا فرمائیں اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو اس کی عبادت اس کی دی ہوئی نعمتوں کے شکر کے لئے بجالائیں نہ کہ کسی اور خوف یا مقصد کے لئے ہو۔

مذہب اسلام :

یقیناً اس وقت دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں اور اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون صحیح طرح اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر ہے۔ لیکن ہر ایک کسی نہ کسی طرح اللہ کے کسی رسول کو مانتا ہے، یا پھر ماننے کا دعوی کرتا ہے۔ وہ اس لیے کہ اللہ نے خود کہا ہے کہ ''میں نے ہر قوم میں ہدایت کے لیے کوئی نہ کوئی رسول کو بھیجا۔''

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ (سورۃ الرعد۔۷)

ترجمہ، اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نہیں ہوئی۔ (اے محمد) تم تو صرف ہدایت کرنے والے ہو اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے [۷]

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک کسی نہ کسی نبی کی امت ہے، لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ شرک کر رہے ہیں یا بتوں کی عبادت کر رہے ہیں، تو یقیناً ان لوگوں نے صحیح

طرح اللہ کے رسولوں کو نہیں مانا، یا پھر رسولوں کے بعد ان کے دین کو بدل ڈالا، ورنہ کسی نبی سے یہ امید نہیں ہے کہ وہ اپنی قوم کو شرک کی تعلیم دے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ (سورۃالتوبہ۔۳۰۔۳۲)

ترجمہ، اور یہود کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی انھیں کی ریس کرنے میں لگے ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں [۳۰] انھوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اللہ بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے [۳۱] یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے [۳۲]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾ (سورۃالنساء۔۴۸)

ترجمہ، اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا [۴۸]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ شرک کو پسند نہیں کرتا اور شرک کرننے والے کو جہنم میں ڈالے گا۔ اللہ نے ہر دور میں انسان کے لیے ہدایت کا انتظام کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو مکمل کیا۔ یقیناانسان اللہ کو نہیں جانتا تھا لیکن کسی نہ کسی طاقت پر یقین ضرور رکھتا تھا، اسی لیے تو وہ مختلف وقتوں میں کسی نہ کسی کی عبادت کرتا رہا، چاہے وہ آگ کی ہو، سورج کی ہو یا پھر پتھر

کے بتوں کی ہو۔ جیسے جیسے اللہ کے رسول آتے رہے ویسے ویسے انسان اللہ کے قریب ہوتا رہا۔ اس میں سے بہت سے رسول اللہ کے قانون کو کتابوں کی شکل میں بھی لائے اور جب کوئی رسول اللہ کی طرف سے کوئی نئی کتاب لاتا تھا تو وہ کتاب پچھلی کتاب کی تصدیق بھی کرتی تھی اور نئے احکام بھی بیان کرتی تھی۔ اسی طرح اللہ کی طرف سے کتابیں اور رسول آتے رہے۔ قرآن اور ہمارے نبی محمدؐ پر یہ دین آکر مکمل ہو گیا۔ اب ہر انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے وقت کے رسول اور اس کے بتائے ہوئے تمام احکام کو ماننے۔ لیکن اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اپنے وقت کے رسول کو نہ ماننے یا اس کے بتائے ہوئے نئے احکام کو نہ مانے تو یقیناً یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۱۰۶)

ترجمہ، ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی جگہ اُس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی (۱۰۶)

حالانکہ اللہ نے ایسے لوگوں پر بھی رحم کیا اور قرآن میں کہا کہ چاہے کوئی کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو لیکن پھر اگر اللہ اور قیامت پر ایمان لے آتا ہے اور اس نے نیک عمل بھی کیے تو اللہ ان کو بھی بخش دے گا اور ان کی پچھلی غلطیوں (شرک) پر ان کو سزا نہ دے گا۔ اسی لیے تو اللہ قرآن میں یہ کہہ رہا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۶۲)

ترجمہ، جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست، (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

اب اگر کوئی شخص یا قوم اپنے شرک کو برقرار رکھے یا پھر اللہ کے مکمل دین پر عمل نہ کرے تو اس کی مثال اسے ہی ہے جیسے کہ کوئی طالب علم کسی کورس کی پرانی کتاب پڑھتا رہے اور نئی تحقیق سے ناواقف ہو، یا پھر جیسے ایک ڈاکٹر جس نے سو سال پہلے ڈگری لی ہو اور آج کل کی جدید تحقیق سے بالکل ناواقف ہو تو یقیناوہ ایک ڈاکٹر تو ہے لیکن شاید بہت سی ایسی بیماریوں سے ناواقف ہو جو کہ جدید تحقیق سے سامنے آئی ہیں۔ بالکل اسی طرح قرآن کے آجانے کے بعد اگر کوئی شخص یا قوم اللہ کی پچھلی کتابوں پر عمل کرتا رہے تو یقیناوہ اللہ کے نئے احکام سے ناواقف رہے گا۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اللہ کی تمام کتابوں اور تمام نبیوں پر یقین رکھتا ہے۔ اور اللہ کو ہر طرح کے شرک سے پاک سمجھتا ہے۔ یہ ہی وہ مذہب ہے جو اللہ کی آخری کتاب (قرآن) اور آخری نبی (محمدؐ) اور ان کے تمام احکامات کے بارے میں بتاتا ہے۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ (سورۃ الانبیاء۔ ۹۱۔۹۲)

ترجمہ، اور ان (مریم) کو (بھی یاد کرو) جنھوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کے بیٹے کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا [۹۱] یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو [۹۲]

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ (سورۃ البقرہ۔ ۱۳۲)

ترجمہ، اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ بیٹا اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا ہے تو مسلمان ہی مرنا [۱۳۲]

خلاصہ :

اسلام میں یقین کی بہت اہمیت ہے اور ہر چیز اس پر ہی انحصار کرتی ہے۔ خاص طور پر جب ہم بغیر دیکھے اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے پہلے ہم اپنے جسم اور اس کی حرکات کو سمجھیں بعد میں اللہ اور اس کی حکومت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔

لہٰذا، جب ہم بغیر دیکھے اپنی عقل پر اور اس کے تسلط پر یقین کرتے ہیں تو ہم کیوں نہیں اللہ اور اس کے اقتدار پر بغیر دیکھے یقین کر سکتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ ایک ہی عقل ہے ہمارے پورے جسم میں اور اس کے حکم کے بغیر ہمارے جسم کا کوئی اعضاء حرکت نہیں کر سکتا، تو ہم کیوں نہیں یقین کر سکتے کہ اللہ ایک ہے اور اس کے حکم کے بغیر کائنات کی کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ ہر ایک یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ ہماری عقل ہمارے سر میں ہے لیکن اسے پورے جسم میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح، اللہ کو ہر جگہ محسوس کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کا مقام ہمیشہ بلند ہے۔

ایک بار جب ہم اس بات کو مان جاتے ہیں کہ کوئی چیز اپنی جگہ سے حرکت یا تبدیل نہیں ہو سکتی جب تک اس پر کوئی طاقت نہ لگائی جائے۔ مثال کے طور پر، درخت خود بہ خود بڑے نہیں ہو سکتے، اگر لکڑی میں یہ صلاحیت ہوتی تو ہماری لکڑی کے سامان (فرنیچر) کیوں تبدیل نہیں ہوتے، جب کہ ہم روز دیکھتے ہیں کہ درخت بڑے ہو رہے ہیں، بچے نشوونما پا رہے ہیں، رات اور دن کی تبدیلی، زمین کی حرکت، چاند کی مختلف شکلیں، اور سورج کا سفر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ہے جو یہ تبدیلیاں کر رہا ہے، جو کہ ان سب سے بڑا ہے ورنہ زمین کو حرکت دینا کوئی آسان نہیں ہے۔ اس طاقت کو ہی اللہ کہتے ہیں جو سب سے بڑا ہے۔

دوسرے، ہمارے جسم کے کچھ اعضاء براہ راست ہماری عقل کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور عقل کو پیغامات بھیجتے ہیں، جیسے آنکھیں، کان، وغیرہ۔ جو کہ بہت اہم

اعضاءہیں ہمارے جسم کے یہ اعضاءہمیشہ عقل کی پیروی کرتے ہیں اور عقل بھی ان کی حامی ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ کے پیغمبر اور امام جو کہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں اللہ کے پیرو ہوتے ہیں اور اللہ بھی ان کا حامی ہوتا ہے اور ان سے محبت رکھتا ہے۔

نتیجہ :

اگر ہم بہت ساری چیزوں کو بغیر دیکھے اس کے وجود پر یقین کرتے ہیں تو کیوں اللہ پر یقین نہیں کر سکتے۔ اللہ ہی صرف خالق ہے اور اُسی نے ہم سب کو خلق کیا ہے۔ اور وہی ہر چیز کو جب چاہے پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ ایک طاقت کا نام ہے جو کسی بھی طرح کی جسم و جسامت سے بری ہے اور نہ ہی اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی خاندان۔ ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں جو اگر ہم پوری نہ کریں، تو اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے کہ وہ ہماری جگہ دوسری لوگوں کو لے آئے اور اس نے مختلف وقتوں میں ایسا کیا بھی ہے۔ لیکن وہ رحمن ورحیم ہے اسی لیے وہ ہم کو مزید مہلت دیتا رہتا ہے یا پھر ہمارے آخری نبی (محمدؐ) کے آنے کے بعد یہ رحمت اس قوم کو ملی ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿ۙ۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ ﴿۲۰﴾

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے [۱۹] اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں [۲۰] (سورۃ الابراہیم۔۲۰)

وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴿۱۷﴾ (سورۃ بنی اسرائیل۔۱۷)

ترجمہ، اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے والا کافی ہے [۱۷]

حالانکہ اللہ کو ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے خالق کی بندگی کریں۔ ہم دوسری چیزوں کے لیے تو بہت تحقیق کرتے ہیں، لیکن اللہ کے لیے سوچنے کا وقت نہیں، جس نے ہمیں پیدا کیا۔ جب کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لیے کتنے ہی نبی، امام بھیجے اور قرآن کو نازل کیا لیکن افسوس ہمارے پاس ان سب سے استفادہ کرنے کا وقت نہیں ہے ہر آدمی کو اپنے آخری دن کو یاد رکھنا چاہیے اور سب کو واپس اللہ کے پاس ہی جانا ہے۔ ہمیں ضرور یہ دعا کرنی چاہیے کہ

یااللہ، ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور اس پر قائم رکھ۔

یااللہ، ہمیں ایسی صحیح بندگی کرنے کی توفیق عطا کر جو تجھے پسند ہے۔

یااللہ، ہم آپ کی دی ہوئی تمام نعمتوں پر خوش ہیں اور برائے مہربانی آپ بھی ہمارے اعمال سے خوش ہو جایئے۔

سوالات وجوابات :

ا۔ ہم کیسے اللہ پر بغیر دیکھے یقین کریں؟

پہلے ہم اپنے جسم کے اعضا اور ان کی حرکات کو سمجھیں ہر کوئی اپنی عقل اور اس کی حرکات پر بغیر دیکھے یقین رکھتا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ بھی اس کائنات میں ہے لیکن نظر نہیں آتا۔

۲۔ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ ایک ہے؟

اگر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے جسم میں صرف ایک ہی عقل ہے لیکن اس کو پورے جسم میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بالکل اسی طرح، اللہ جو کہ یکتا ہے اور اس کو کائنات کے ہر حصے میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

۳۔اللہ ہر چیز پر کیسے قابو رکھتا ہے؟

بالکل ہماری عقل کی طرح کہ، اگر ہم ایک کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھیں لیکن اصل میں یہ کتاب ہماری عقل نے لکھی ہوتی ہے کیونکہ عقل نے ہاتھوں کو قابو کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ بھی ہر چیز پر قابو رکھتا ہے کسی نہ کسی ذریعے سے۔ مثال کے طور پر ہوا کو قابو کرتا ہے درختوں سے، لیکن یہاں درخت کسی لکھنے والے کے ہاتھ کے مثل ہوتے ہیں۔

۴۔ایک سے زیادہ معبود ہوتے تو کیا ہوتا؟

یقیناً اگر ہمارے جسم میں ایک سے زیادہ عقل ہوتی تو جسم کی حرکات ممکن نہیں تھی، کیونکہ ایک عقل جسم کو چلنے کو کہتی تو دوسری شاید رکنے کو کہتی۔ اس صورت میں جسم کسی کے حکم کو نہ مانتا۔ بالکل اسی طرح، اگر ایک سے زیادہ معبود ہوتے تو کائنات اتنی ترتیب سے نہ چلتی اور شاید تباہ ہو جاتی۔

۵۔اللہ کو سمجھنے کے لیے کتنا علم درکار ہے؟

صرف بنیادی علم جتنا کہ ایک بچے کے پاس ہوتا ہے جو کہ اپنے جسم کے بارے میں بخوبی جانتا ہے۔ اللہ نے یہ علم ہماری پیدائش کے ساتھ ہمیں دیا ہے، اور ہمیں صرف اسے استعمال کرنا ہے۔

۶۔ہر چیز اللہ کی عبادت میں کیسے مصروف ہے؟

ذرہ ذرہ اللہ کی عبادت میں مصروف ہے اور اللہ کے حکم کے تابع ہے، لیکن بغیر کسی اختیار کے۔ مثال کے طور پر، سیب کا درخت اللہ کے حکم سے صرف سیب ہی پیدا کر سکتا ہے، لیکن اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک کیلا بھی پیدا کر دے۔ لیکن صرف انسان اور جن کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں یا نہ کریں۔

۷۔ ہم اللہ کا عکس یا بت کیوں نہیں بنا سکتے ؟

جن چیزوں کو ہم محسوس کرتے ہیں اور جانتے ہیں مثلاً ہوا، گرمی، سردی، عقل وغیرہ ان تمام چیزوں کی ہم تصویر، بت یا عکس نہیں بنا سکتے۔ بالکل اسی طرح، اللہ کو بھی ہم صرف محسوس کرتے ہیں اور ہم اس کا کوئی بت نہیں بنا سکتے۔

۸۔ اللہ نے صرف ہم سے ہی کیوں جنت کا وعدہ کیا ہے ؟

کیونکہ صرف انسان اور جنات اس کی اختیاری عبادت کرتے ہیں، اس لیے اللہ نے صرف ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اللہ نے ساتھ ہی جہنم کا بھی وعدہ کیا ہے اگر کوئی اس کے حکم کو نہیں مانے گا۔

۹۔ کیا یہ انصاف ہو گا، اگر اللہ نے صرف ہم سے جنت کا وعدہ کیا؟

اگر کوئی اس کے حکم کو بغیر کسی اختیار کے مان رہا ہے، تو وہ کسی انعام کا بھی حقدار نہیں۔ اور جو اس کی بندگی اپنے اختیار سے کر رہا ہے وہی صرف انعام کا حقدار ہے۔

۱۰۔ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟

اللہ نے ہمیں اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہم کو فرشتوں یا دوسروں کے لیے ایک مثال بنائیں۔ تو اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور ہمیشہ اس کے حکم کو مانتے رہیں۔

۱۱۔ ہم لوگ اس کی کیوں خاص مخلوق ہیں ؟

ہم لوگ اس لیے اس کی خاص مخلوق ہیں کہ ہم اس کی بندگی اس کو محسوس کر کے کرتے ہیں اور ہم نے اسے کبھی دیکھا نہ سنا ہے دوسرے یہ بھی کہ ہم اپنے اختیار سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

۱۲۔ ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

ہماری ذمہ داری بس اتنی ہے کہ ہم اللہ کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کو لائق عبادت سمجھ کر اس کی عبادت کریں۔ یہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہو اور اس میں کسی قسم کی لالچ یا خوف نہ ہو۔ ہمیں اس کو سمجھنے کے لیے کچھ نہ کچھ تحقیق ضرور کرنی چاہیے، اس کے لیے پہلے ہم اپنے جسم کے اعضاء اور ان کی حرکات کو سمجھیں۔ جیسے ہم اپنی عقل اور اس کی حرکات پر بغیر دیکھے یقین رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ بھی اس کائنات میں ہے لیکن نظر نہیں آتا۔

۱۳۔ قبر میں فرشتے پہلا سوال اللہ کے بارے میں کیوں کرتے ہیں؟

ہر ایک کی اپنی الگ الگ تحقیق اللہ کے بارے میں ہو گی اور اللہ چاہتا ہے کہ معلوم کریں کہ کس نے اس کے لیے تحقیق کی اور کتنا اس کو صحیح طور پر سمجھا۔ اسی لیے فرشتے یہ سوال مسلمان اور کافر دونوں سے کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کا جواب اپنی علم کے مطابق دینا ہو گا۔

۱۴۔ رسول اور امام کون ہیں؟

اللہ نے ہماری ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور بارہ امام بھیجے، اور اللہ نے ہم لوگوں پر ان شخصیات کی پیروی واجب کر دی۔ (نوٹ: ہم صرف اور صرف ان رسولوں اور اماموں کی پیروی کر سکتے ہیں جن کو اللہ نے منتخب کیا ہے)

۱۵۔ کوئی شخص رسولوں اور امام کی پیروی کے بغیر اللہ کو پا سکتا ہے؟

کبھی نہیں، ہم کبھی بھی اللہ کو نہیں سمجھ سکتے بغیر ان لوگوں کی رہنمائی کے، وہ اس لیے کہ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں اور اللہ نے ان کو پورا علم دیا تھا اور صرف یہی لوگ اللہ کو صحیح طرح سمجھتے ہیں۔

۱۶۔ اللہ نے کیوں اس کائنات کا آخری دن (قیامت) معین کیا؟

اللہ چاہتا ہے کہ ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلا دے اور سب کو دکھائے کہ کس نے کیا کیا۔ جب سب لوگ اللہ کے پاس چلے جائیں گے اور کوئی بھی اس دنیا میں نہ ہوگا تو یہ کائنات بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور اللہ اس پوری کائنات کو بھی ختم کردے گا۔ یہ صرف اللہ کو ہی معلوم ہے کہ وہ دن کب آئے گا۔

۱۷۔ ہم کیسی عبادت کریں جو اللہ کو پسند آجائے؟

ہماری ذمہ داری بس اتنی ہے کہ صرف اس کی بندگی کریں جو کہ کسی اور کو دکھانے کے لیے نہ ہو۔ اور ہمیشہ اس بات کا پورا یقین ہو کہ وہ رحمن ورحیم ہے، تو وہ کیسے ہماری عبادتوں کو قبول نہیں کرے گا جو ہم نے صرف اس کے لیے کی ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اس کے بارے میں مثبت سوچ رکھنا چاہیے اور وہ کبھی بھی اپنے بندہ کے ساتھ برا سلوک نہیں کرتا۔ یہاں پر میں ایک مثال دیتا ہوں، اگر ہم صبح نماز کے لیے اٹھتے ہیں جو کہ اللہ کا حکم ہے، کوئی وجہ نہیں ہے کہ اللہ ہماری نماز کو قبول نہ کرے، چاہے یہ نماز ٹھیک طرح سے درست بھی نہ ہو۔ اس کے بالعکس اگر ہم اس لیے اٹھیں کہ دوسرے ہمیں دیکھیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہماری یہ عبادت اللہ کے یہاں کبھی قبول نہیں ہوگی۔

۱۸۔ اسلام کیا ہے؟

اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اللہ کے تمام انبیاء اور اس کی تمام کتابوں پر یقین رکھتا ہے۔ یہ مذہب اللہ کو یکتا مانتا ہے اور اللہ کے لیے کسی بھی طرح کی جسم وجسامت کی نفی کرتا ہے۔ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ یہ ہی وہ واحد مذہب ہے جو زندگی کے تمام اصولوں کو بتاتا ہے۔ اس مذہب کی یہ بھی خوبی ہے کہ اللہ کے بہت سے نبیوں نے اپنی اولاد کو اس مذہب پر رہنے کی وصیت کی، جیسا کہ شروع کی آیت سے ظاہر ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ
ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ
فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ
الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ
اَجْرًا عَظِیْمًا ۲۹

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو
تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ ہی کافی ہے [۲۸] محمد اللہ کے
پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل،
(اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اپنے رب کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ
کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر
نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل
میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی (کونپل) سوئی نکالی پھر اس کو
مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے
تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ
نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ [۲۹] (سورۃ الفتح۔۲۸۔۲۹)

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۲ (سورۃ الحجر۔۲)

ترجمہ، کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے [۲]

برائے مہربانی ایک سورۃ فاتحہ پڑھ کرابو جعفر ولد علی محمد، کنیز سیدہ بنت علی سجاد، حسن جعفر ولد ابو جعفر اور تمام مومنین و مومنات خصوصاً شہداء اور بے اولاد حضرات کی روح کو بخش دیں۔ شکریہ

page is left blank intentionally